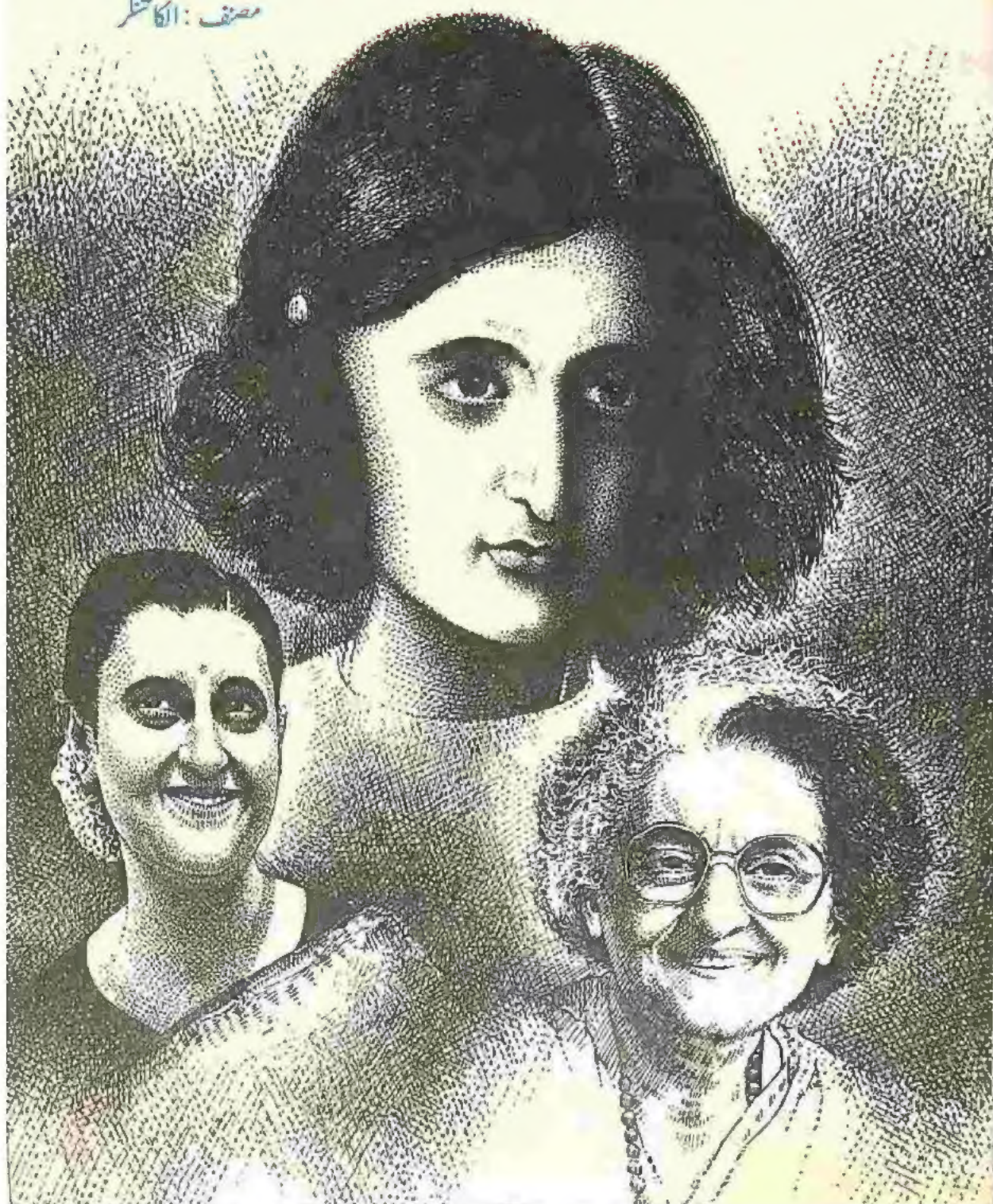


اندرا پریہ درشنی

مصنف: اکاشکر





اندر اڀريه درشني

مصنف : اڪاشڪر
مترجم : عتيق مظفر پوري

چلڏرن بڪ ٿرسٽ ☆ قومي ڪونسل برائے فروغ اردو زبان ☆ بچوں کا ادبي ٿرسٽ

اس کتاب میں شامل تصویریں درج ذیل ذرائع سے حاصل کی گئیں:-
نہرو میموریل میوزیم لاہور لاہور، نئی دہلی۔
فوٹو ڈویژن، وزارت اطلاعات و نشریات، نئی دہلی۔
این تھیٹر گراؤنڈ، چیف فوٹو گرافر، ہندوستان ٹائمز، نئی دہلی۔

پہلا انگریزی ایڈیشن، 1986
پہلا اردو ایڈیشن، مئی 2001
تعداد اشاعت: 3000
© پبلشنگ بک ٹرسٹ، نئی دہلی۔
قیمت: 45.00 روپے

This Urdu edition is published by the National Council for Promotion of Urdu Language,
M/o Human Resource Development, Department of Education, Govt. of India West Block-I,
R.K. Puram, New Delhi, by special arrangement with Children's Book Trust and
Bachchon Ka Adabi Trust, New Delhi and printed at Indraprastha Press (CBT), New Delhi.



وزیر اعظم

نئی دہلی

27 اکتوبر 1986

محترم جناب شکر پتے

آپ کے 23 اکتوبر 1986 کے خط کا شکریہ۔

مجھے یہ جان کر بے حد خوشی ہوئی کہ 'پنڈرن بک ٹرسٹ انڈر رائی کے اوپر ایک کتاب شائع کر رہا ہے۔' بھین سے اُن کا ایک ہی مقصد تھا۔ ملک کی خدمت کرنا، اور ایک لگن تھی، ملک پر غر۔ وہ چاہتی تھیں کہ ہندوستان اپنی کمزوریوں کو ترک کر کے علم اور بیداری کی راہ پر چلے اور دنیا کو اپنا تعاون دے۔ وہ ہر اس چیز کے خلاف لڑیں جو ہندوستان کو کمزور اور عوام کو تنگ نظر بنا رہی تھی۔ میں امید کرتا ہوں کہ محترمہ اکا شکر کی یہ کتب بچوں کو یہ معلومات حاصل کرنے کا موقع فراہم کرے گی کہ کیسے ایک شرمیلی لڑکی حوصلہ، عمل اور سمجھداری کے ذریعے تاریخ کی ایک عظیم شخصیت بن سکی۔

نیک خواہشات کے ساتھ

راجیو گاندھی

پیش لفظ

ان کا نام اندرا پر یہ در شنی تھا۔ وہ کلا نہرو اور جواہر لال نہرو کی بیٹی تھیں، جو ہندوستان کے پہلے وزیراعظم تھے اور جنہیں تم چاچا نہرو کے نام سے جانتے ہو۔ دنیا کے ایسے لیڈر جن کی آنکھوں میں تھا ایک خواب اور بچوں کے لیے پیار۔

چاچا نہرو نے ہندوستان کے بچوں کے لیے اپنی محبت ان لفظوں میں ظاہر کی تھی۔ ”اگر تم میرے ساتھ ہوتے تو میں خوشی سے اپنی اس خوبصورت دنیا، ان پھولوں، ان بیڑوں، چڑیوں اور جانوروں، ستاروں اور پہاڑوں، برقیلی چٹانوں اور ہمارے آس پاس کی شاندار چیزوں کے بارے میں باتیں کرتا، تم نے یقیناً پرانے زمانے کے قصے اور پریوں کی کہانیاں سنی ہوں گی۔ لیکن یہ دنیا اپنے آپ میں ہی تحریر کی گئی لوہو العزلی کی عظیم کہانی ہے۔ ہمارے پاس دیکھنے والی آنکھیں، سننے والے کان اور نگاہا بہن ہونا چاہیے جو دنیا کی خوبصورتی کو پہچان سکے۔“

کیا ہی خوش قسمت تھی اندرا کہ ان کے والد اس طرح کی شاندار اور خوبصورت سوچ کے مالک تھے۔ بچوں کے لیے بھیجے گئے ایک پیغام میں انھوں نے ایک عظیم شخصیت کی بیٹی ہونے پر ناز کا اظہار کیا۔ ”بہت سے بچے اپنے والدین کے پرستار ہوتے ہیں، لیکن سارے والدین اتنے اچھے نہیں ہوتے جتنے میرے تھے۔ میرے والد ہر چیز میں دلچسپی رکھتے تھے اور اپنی دلچسپی میں دوسرے کو شامل کر کے خوش ہوتے تھے۔ میرے ذہن میں بہت سے سوال اٹھتے رہتے تھے۔ لہذا انھوں نے مجھے دنیا کے متعلق بہت سی باتیں بتائیں، اس دنیا میں رہنے والے مرد، عورت کے متعلق بتایا اور ان لوگوں کے متعلق جانکاری دی جنہوں نے ادب اور فن کے ذریعے دنیا کو متاثر کیا۔ انھیں سب سے زیادہ ہمارے شاندار ملک، اس کے قدیم کارنامے اور قابل فخر تاریخ کے متعلق بتانے اور لکھنے میں خوشی حاصل ہوتی

تھی۔ انھوں نے اس کے زوال اور غلامی کے بارے میں بتایا۔ ایک بات جو ان کے دماغ میں سب سے زیادہ رہتی تھی وہ تھی آزادی، صرف ہندوستان کی نہیں، بلکہ دنیا کے تمام لوگوں کی آزادی۔“

ان کی تعلیمات، ان کی صحبت، فکر، فلسفہ اور نگرانی میں پرورش پا کر اندرا ہمارے ملک کی ایک طاقتور وزیر اعظم بنیں۔ انھوں نے تقریباً سترہ برس تک ملک کی قیادت کی اور ہندوستان کو دنیا کے اہم ملکوں کی صف میں لا کر کھڑا کیا۔ انھوں نے دنیا کے ایک شہری ہونے کا اعزاز حاصل کیا۔

اندرا کی المناک موت سے ہندوستان کے لوگوں نے ایک پرکشش اور طاقتور لیڈر کھو دیا۔ اندرا کے لیے اپنے ملک کی ترقی اس کا اتحاد اور طاقت اہم مشن تھا۔ اپنی موت سے ایک دن قبل انھوں نے کہا تھا کہ ”اگر میں ملک کی خدمت کرتے ہوئے مر بھی گئی تو یہ میرے لیے فخر کی بات ہوگی۔ مجھے یقین ہے کہ میرے خون کا ہر ایک قطرہ ملک کو ترقی دینے اور اس کو مضبوط و توانا بنانے میں معاون ہوگا۔“

ہمارے وزیر اعظم جناب راجیو گاندھی نے اپنے ماں کھوئی۔ وہ اس ناقابل حطائی نقصان میں ملک کے لوگوں کو شریک کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ ”وہ صرف میری ہی ماں نہیں بلکہ پورے ملک کی ماں تھیں۔ وہ اپنے خون کے آخری قطرے تک ہندوستان کے لوگوں کے لیے کام کرتی رہیں۔ پورا ملک جانتا ہے کہ کتنے خود پیردگی کے جذبے کے ساتھ وہ ملک کی ترقی کے لیے انھک کوششیں کرتی رہیں۔ تم سبھی جانتے ہو کہ ان کے دل میں متحدہ، مضبوط اور پرامن ہندوستان کا خواب تھا۔ ایسے ہندوستان کا جہاں ہندوستانی متحدہ مذہب، زبان اور سیاسی اختلافات کے ہوتے ہوئے بھی ایک خاندان کی طرح رہے۔ ایک ایسے ماحول کا جو آپسی اختلافات سے آزاد ہو۔“

آئیے اہم سبھی ہندوستان کے لوگ کام کرنے کا عہد کریں اور ساتھ مل کر ایک ایسا ملک تعمیر کرنے کی کوشش کریں، جس سے اس عظیم لیڈر کو اپنی زمین پر تازہ ہو کہ یہ ہندوستان ہے۔

جاگمیاں جاگو، دوبارہ پیدا ہوا اپنی تاریکی سے اور تاروں سے بھی اونچی جگہ
سے آئی نئی دلہن کی طرح اپنے لہن سے پیدا کر نئی مایہ باز ہستیاں
تیرا مستقبل تجھے صدائیں دے رہا ہے۔
شاندار، فتح عظیم کا اعزاز دینے کے لیے اٹھو،
اے سوئی ہوئی ماں اور جان پہنو، جو ایک بار گزرے ہوئے ماضی کی
ملکہ تھی۔

مرد جتنی نائیڈو

ابتدائی بچپن

اندر اپریل 19، نومبر 1917ء کو الہ آباد کے آئند بھون میں پیدا ہوئی تھیں یہ جگہ تین ندیوں گنگا، جمنا اور سرسوتی کے مقدس سنگم پر واقع ہے۔ الہ آباد کو صرف مذہبی اور تاریخی اعتبار سے ہی خاص اہمیت حاصل نہیں بلکہ اس دور میں یہ شہر شمالی ہندوستان کا اہم ثقافتی و انتظامی مرکز بھی رہا ہے۔ یہی ان کے والد جواہر لال نہرو کا گھر تھا۔

ان کے دادا پنڈت موتی لال نہرو متمول، ممتاز شہری اور الہ آباد ہائی کورٹ کے معروف وکیل تھے۔ ان کی قد آور شخصیت خاندان کے ہر فرد کے لیے روشنی کا مینار تھی۔ سیاست میں سرگرمی کے ساتھ حصہ لینے کے سبب جواہر لال گھر میں زیادہ نہیں رہ پاتے تھے۔ لیکن موتی لال نہرو نے اپنی جوان بہو کلا کو کبھی تنہائی کا احساس نہیں ہونے دیا۔ وہ ان سے اکثر بات چیت کرتے رہتے تھے۔ جب ان کے یہاں بچے کی پیدائش کا وقت آیا تو انھوں نے اپنی بہو کو ان کے میکے دہلی جانے سے منع کیا اور کہا کہ پہلا بچہ آئند بھون کے اندر ہی ہونا چاہیے۔

آئند بھون ایک وسیع لان اور سوسنگ پول سے آراستہ ایک عالی شان محل جیسی عمارت تھی۔ یہ عمارت نہرو خاندان کی رہائش گاہ تھی۔ اسی گھر میں جواہر لال کی پرورش و پرورش و پرورش ہوئی۔ اس گھر کے اندر دور اور نزدیک کی اہم ہستیوں کا آنا جانا رہتا تھا۔ یہ جہاں گھسٹوں کا پڑو تھا۔ جہاں مختلف ملکوں اور مختلف مکتبہ فکر کے لوگ جیسے کاشنکار، سائنس دان، اہل قلم اور فن کار ایک دوسرے کے ساتھ جادوئے خیالات کیا کرتے تھے۔

موتی لال نہرو ہر طرح کی سہولتوں اور بہت سے ملازمین کے ساتھ انگریزی طرز رہائش کے مطابق

رہنے والے ایک عظیم میزبان تھے۔ ان کی اہلیہ سر دپ رانی ریسانہ شان کے ساتھ گریہی چلاتی تھیں۔ ان کی دونوں بیٹیوں کو بچہ لکشی اور کرشنا کی پرورش انگریزی عیوں کی گمرانی میں ہوئی۔ دونوں بیٹیں اپنے بھائی جواہر لال سے بہت چھوٹی تھیں۔

یہ تھان معزز شخصیتوں کا پس منظر جن کے یہاں اندرا کی پیدائش ہوئی تھی۔ اس دن آئند بھون کے اندر موتی لال نہر و سب سے زیادہ خوش تھے۔ جب کسی نے ان سے یہ کہا کہ جواہر لال کے یہاں بیٹا پیدا ہونا چاہیے تھا تو موتی لال نے کہا کہ جواہر لال کی یہ بیٹی ہزاروں بیٹوں سے بہتر ثابت ہوگی۔ اندرا پر یہ درشتی (دیکھنے میں پیاری، لیکن نہ دکھائی دینے پر اور بھی پیاری لگنے والی۔ جواہر لال) نے اپنے دلو کی یہ پیش گوئی درست ثابت کر دی۔ آنے والے وقت میں نہ صرف یہ کہ وہ اپنے والد کے لیے بیٹا بلکہ قریبی دوست، غمگسار اور زندگی کے نشیب و فراز، غم و خوشی کی شریک بن گئی۔

ہماری عظیم شاعرہ اور مجاہد آزادی سروجنی نائیڈو نے اندرا کو دیکھنے کے بعد جواہر لال نہر کو لکھا تھا ”وہ بہت خوددار تھی۔ ایسے بچے میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھے۔“ وہ جب بھی اسے دیکھتی تھیں تو لکھتی تھیں کہ ”یہ بچی ہندوستان کی جی روح ہے۔“

وہ خوددار بچی ساری سہولتوں اور گھروالوں کے لامحدود پیار و محبت کے سایہ میں پروان چڑھی۔ اندرا نے ہمیشہ یہی کہا کہ پھر بھی وہ گھریں نہیں۔ انھوں نے کہا تھا۔ ”یہ اور بات ہے کہ ان کے دادا لئی ان کی ساری خواہشیں پوری کرتے تھے۔ لیکن وہ بھی مانتے تھے کہ پرورش کرتے وقت سختی برتنی چاہیے۔ ہمارے والدین روزمرہ کے معاملات میں اور سخت بن جاتے تھے۔“

اندرا کو بچپن سے ہی مختلف قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑا جن میں ان کے اپنے خاندان کے لوگ، مہمان، رشتہ دار، اجنبی، ملازمین اور تحریک آزادی سے وابستہ افراد شامل تھے۔ وہ آنے جانے والے لوگوں کی الگ الگ رائیں اور باتیں سکتی تھیں۔

اندرا جن لوگوں کے بہت زیادہ قریب رہیں، ان میں ان کی والدہ کلا بھی ایک تھیں۔ انھیں وہ بے حد پیار کرتی تھیں۔ دوسرے بچوں کی طرح اندرا بھی کہا کرتی تھیں کہ ان کی زندگی میں ان کی والدہ نے انتہائی اہم کردار ادا کیا ہے۔ خاندان کے دوسرے افراد کی طرح کلا انتہائی مضبوط اور خاموش طبع تھیں۔ انھوں نے نو خیز بچی کے اوپر اپنا گہرا اثر ڈالا تھا۔ اندرا بڑے فخر کے ساتھ کہتیں ”میری ماں بہت ہی نرم دل خاتون تھیں۔ لیکن وہ ان کے نقطہ نظر سے بہت سخت تھیں۔ اگر وہ کسی بات کا تہیہ کر

لیتیں تو انھیں کوئی اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتا تھا۔

تاہم اس سختی کے باوجود ان کی ماں نے اپنے اوپر جو سنجیدگی مسلط کی ہوئی تھی۔ اس کے باوجود اندر نے اپنی کم سنی سے ہی اپنی والدہ کو ہمیشہ اپنا نگہبان تصور کیا۔ ان کے والد بمشکل ہی گھر میں رہ پاتے تھے۔ اندر اسوچتی تھیں کہ ان کی والدہ ڈرپوک ہونے کی وجہ سے خاموش رہتی ہیں۔ وہ کہتیں میں انھیں تہہ دل سے پیار کرتی اور جب مجھے لگتا کہ ان کے ساتھ غلط ہو رہا ہے تو میں ان کے لیے دوسرے لوگوں سے لڑ لیا کرتی تھی۔

خاص لمحوں میں اندر اپنی والدہ کے ساتھ ہوتی تھیں۔ کلاہندو کلاسیکی سے نہ ختم ہونے والی کہانیاں سناتیں، محبت، فرض ادا نیکی حقوق اور جنگ و بہادری کے قصے بیان کرتیں۔ اس سے قدیم علوم اور اس کی اہمیت کے مفہوم کو سمجھنے کا موقع ملا۔ اس کے علاوہ کلاہندو محسوس کیا کہ اندر کو ہندی سیکھنی چاہیے اور پھر دھیرے دھیرے انھوں نے ہندوستانی تہذیب کی قدردانی سے آگاہ کر لیا۔ یہ انگریز استادوں اور عشوں سے گھرے مکمل مغربی طرز رہائش والے گھر میں کچھ کم غیر متوقع اور مختلف نہیں تھا۔ اوائل عمری میں ہندی سکھانے کی پیش بینی نے آنے والی زندگی میں اندر کی بہت مدد کی۔ اندر نے کلاہندو شخص، قوی اور نبی نوع انسان کی آزادی کا مفہوم سیکھا۔ انھوں نے یقین اور خود اعتمادی کی قدر سکھائی اور اس کے ساتھ ہی یہ بھی سکھایا کہ تم جس کام کو کرو اس کے بارے میں تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ تم ٹھیک کر رہے ہو۔ عورت ہونے کی بنیاد پر خوف زدہ نہیں ہونا چاہیے۔

اندر نے اپنی خوشی کے بیشتر اوقات اپنے دادا کے ساتھ گزارے جنھیں وہ پیار سے 'دادو' کہتی تھیں۔ وہ دوسروں کے لیے حاکم کی حیثیت رکھتے تھے۔ جس کمرے میں اور جس جگہ پر رہتے اپنا حکم چلاتے تھے۔ جو اہر لال سمیت ہر شخص ان کے غصے سے ڈرتا تھا۔ لیکن منہی اندر کے لیے وہ نرم گفتار بن جاتے۔ حد یہ ہے کہ وہ پلٹ کر جواب دے دیتیں۔ وہ ہمیشہ ان کے متعدد قہقہہ میں شامل ہوتی جو اس عظیم عمارت میں گونجتے۔ وہ ان کے فخریہ انداز سے محبت کرتی تھیں۔ انھوں نے جو کچھ بھی کیا بڑے پیانے پر کیا۔ اندر کی دہلی سرد پرائی نے بھی اندر کو لاڈ میں بگاڑا۔ اندر کو اپنی دہلی کے ہر لہندی کے کنارے پر واقع مختلف مندروں میں جانا بھی یاد تھا۔ وہ انھیں ڈول لٹا کرتی تھیں۔ کیوں کہ وہ اپنی منہی پوتی کے لیے نعمت خانہ جسے ڈول کہتے تھے مٹھائی چھپا کر رکھتی تھیں اور اپنے بیٹے جو اہر لال کی مخالفت کے باوجود اندر کو چھپا کر مٹھائی کھلاتی تھیں۔

اندر انجین کی یادوں کو دہراتے ہوئے کہتی ہیں کہ جب پہلی مرتبہ ان کے والد نے عیش و آرام کی زندگی اور اپنی وکالت ترک کر کے گاندھی جی کے ساتھ مل کر کانگریس کی تحریک میں مکمل طور پر شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی تھی تو ان کے دادا اسمیت خاندان کے تمام افراد اس کے خلاف تھے۔ صرف ان کی والدہ نے ان کی حمایت اور حوصلہ افزائی کی جس کے سبب ہی وہ ہمارے خاندان اور جدید ہندوستان کی تاریخ بدلنے والا یہ انتہائی قدم اٹھا سکے۔

انڈین نیشنل کانگریس اصلاً ایک واقف کار اسکاٹ مین ایلن آکٹوین ہیوم کی مرہون ہے جنہوں نے معاشرتی امور پر تبادلوہ خیال کرنے کی غرض سے سرکردہ سیاست دانوں کا ایک فورم قائم کیا تھا۔ کانگریس کا پہلا اجلاس 1885ء کو بمبئی میں منعقد ہوا تھا۔ کلکتہ بار کے ایک ممتاز لیڈر ڈبلیو۔ سی۔ مہرجی نے اس کی صدارت کی تھی۔ انہوں نے اس بات پر زور دیا کہ کانگریس پورے ملک کی نمائندہ ہونے کی حیثیت سے یورپ میں مروج حکومت کی طرز پر حکومت چاہتی ہے جو حکومت برطانیہ سے ہماری مکمل وقاداری کی ممانی نہیں ہے۔

کانگریس کا دوسرا اجلاس دادا اجمائی نوروجی کی صدارت میں اگلے برس کلکتہ میں منعقد ہوا۔ وہ نیشنلسٹ اظہار کے لیڈر تھے۔ (وہ برطانوی پارلیمنٹ کے پہلے ہندوستانی رکن منتخب ہوئے) انہوں نے ہندوستان میں غیر برطانوی حکومت اور غربت کے عنوان سے ایک یادگار کتاب تحریر کی۔

اس طرح ہر سال کانگریس کے اجلاس ہوتے گئے اور وطن سے محبت رکھنے والوں، حوصلہ مند سیاست دانوں اور لیڈروں، ممتاز دانشوروں اور ملک کی آزادی کے اعلیٰ مقاصد کے حصول میں یقین رکھنے والے وطن پرستوں، حوصلہ مند سیاست دانوں لیڈروں اور ممتاز دانشوروں کی صف بندی ہوتی گئی۔ جن لوگوں نے کانگریس کی صدارت کی ان میں فیروز شاہ مہتہ (1890 کلکتہ) سریندر ناتھ مہرجی (1895-پونہ) رومیٹش چندر دت (1899-لکھنؤ) گوپال کرشن گوکھلے (1905-بمبئی) راس بھاری گھوس (1908-مدراں) مدن موہن مالویہ (1909-لاہور) سید محمد (1913-کراچی) اور اینی بسنٹ (Annie Besant) (1917-کلکتہ) شامل ہیں۔

بعثت انگیز تقریر کرنے کے لیے جون 1908ء میں لوکمانیہ تلک کی گرفتاری، ان کے اوپر سبھی خیر مقدمہ اور ان کو دی گئی چھ ماہ کی جلاوطنی نے ملک گیر سطح پر برہمی اور مظاہروں کا آغاز کر دیا۔ تلک نے عدالت کے اندر کہا تھا۔ ”اس سے بھی اوپر ایک طاقت ہے جو افراد اور قوموں کی تقدیر کی حاکم ہے اور

خدا کے فضل سے ہو سکتا ہے کہ یہ کاڑ جس کی میں نمائندگی کرتا ہوں آز اور بننے کے مقابلہ، لائیت اٹھانے سے زیادہ فروغ پائے۔“

ایک آئرش خاتون محترمہ بسنٹ (Besant) نے مہوم رول لیگ شروع کر کے بے مثل خطابت کے ساتھ ایک دوسرے طرز کی لیڈر شپ کا اضافہ کیا۔ چند برس گزرنے کے بعد کانگریس نے انتہائی حوصلہ اور ثابت قدمی کے ساتھ آئینی اصلاح کے ذریعے ’سوراج‘ (اپنی حکومت) کی تحریک شروع کی تلک نے یہ اعلان کیا۔ ”آزادی ہمارا پیدائشی حق ہے اور ہم اس حق کو ضرور حاصل کریں گے۔“ کلکتہ کی اپنی بسنٹ کی تقریر یادگار اور جلیغبرانہ تھی۔ انھوں نے کہا تھا ایشیا کا یہ پڑتا ہاں پڑھو اور لافانی ہندوستان بہت جلد فخر اور خود اعتمادی سے بھرے آزاد ملک کی حیثیت سے دیکھا جائے گا۔“

اس کے بعد گاندھی جی آئے۔ وہ کون تھے؟

موہن داس کرم چند گاندھی 2 اکتوبر 1869ء گجرات کے پور بندر میں پیدا ہوئے تھے۔ ان کے والد کرم چند گاندھی پور بندر ریاست کے ایک سینئر آفیسر تھے جو بعد میں وہاں کے دیوان بنے۔ ان کی والدہ پتلی بانی سخت ہندو مذہبی خیال کی خاتون تھیں جنھوں نے طویل برت رکھے۔ گاندھی جی کے الفاظ میں ”میری ماں نے میرے اوپر جو نمایاں چھاپ چھوڑی ہے وہ ہے تقدس۔ زہد و ریاضت کی کشش نے گاندھی جی کے اوپر گہرا اثر ڈالا۔ 13 سال کی عمر میں ایک تاجر گھرانے کی لڑکی کستوربا کے ساتھ ان کی شادی ہو گئی۔“

ستمبر 1888ء میں گاندھی جی قانون کی تعلیم حاصل کرنے کے لیے برطانیہ چلے گئے۔ ان کی زندگی کو متاثر کرنے والوں میں اپنی بسنٹ کا یہ قول گاندھی جی کے دل میں گہر کر گیا کہ سچائی سے بڑا کوئی مذہب نہیں ہے۔ سرائیڈون رونالڈ کا کیا ہوا بھگوت گیتا کا ترجمہ گاندھی جی کے لیے ہندوستانی فلسفہ اور علم اخلاقیات کے لیے دورازہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ برطانوی کھلے پن کے نظریہ کی وہ قدر کرتے تھے اس سے کبھی ترک تعلق نہیں کیا۔ 1891ء میں قانون کی ڈگری حاصل کرنے کے بعد وہ ہندوستان آ گئے۔

تھوڑے دنوں پر یکٹس کرنے کے بعد اپریل 1893ء میں گاندھی جی جنوبی افریقہ چلے گئے اور ایک ہندوستانی مسلم تاجر ادارے ’دولہا عبد اللہ ایڈوکیٹس‘ میں ملازمت کر لی۔ کچھ دن جنوبی افریقہ میں قیام کے بعد گاندھی شرمیلے ہر سٹر سے ایک سنجیدہ لیڈر میں تبدیل ہو گئے۔ ایک جج نے انھیں ہندوستانی صاف اتارنے کا حکم دیا جسے وہ پہنے ہوئے تھے اس کے خلاف انھوں نے اخبار میں لکھ کر احتجاج کیا۔

انھیں پرہیز یا جلتے ہوئے فرسٹ کلاس کا ٹکٹ رکھنے کے باوجود ڈبہ سے زبردستی نکال دیا گیا۔ اس طرح کے توہین نے گاندھی جی کی فکر اور اقدام کو انقلابی بنا دیا اور وہ بیس لاکھ افریقی باشندوں اور تقریباً پانچ لاکھ سفید فاموں کے بیچ جنوبی افریقہ میں 65 ہزار ہندوستانیوں کے قائد بن گئے۔ انھوں نے مقامی باشندوں اور ہندوستانی مزدوروں کے ساتھ کی جانے والی بد سلوکیوں اور نسلی امتیاز کی بیماری پر حملہ کرنے کا فیصلہ کیا۔ بائبل اور رسکن کے مطالعے نے گاندھی جی کے اندر غریبوں اور چھلے طبقات کے ساتھ مزید ہمدردی کا جذبہ پیدا کر دیا۔ ثالثی کے قول 'خدا کی بادشاہت تمہارے اندر ہے' نے گاندھی جی کی روحانی تکمیل کر کے انھیں محبت اور سچائی کی انسانی ذہنوں کو چھوڑ دینے والی راہ پر لگا ڈالا۔

جنوبی افریقہ کے 20 سالہ قیام نے گاندھی کو عدم تشدد کے اسلحہ کی بھی بنادیا۔ جب وہ 19 جولائی 1915ء کو ہندوستان واپس لوٹے تو وہ ستیہ گرہ کے آئینیں اسلحہ سے لیس تھے۔

قوی منظر نامے پر دیگر افراد کے ساتھ دو عظیم لیڈروں کوپال کرشن کوکھلے اور لوک مانے ہال گنجاوھر ٹک کا قتلہ تھا۔ ان سے ملاقات کے بعد گاندھی جی نے ٹک کو سمندر سے اور کوکھلے کو گنگا سے منسوب کیا۔ کوکھلے کی صلاح پر جنھیں وہ اپنا استاد سمجھتے تھے گاندھی جی نے کچھ دنوں کے لیے خود کو سیاست سے الگ رکھتے ہوئے احمد آباد میں ساہتی ندی کے کنارے پر ایک آشرم قائم کیا۔ جہاں سے وہ آزادی اچھوت کے دستور کا خاتمہ اور پرامن پیش قدمی پر تقریر کرتے، انھوں نے کھادی آزادی اور دی اور عدم تشدد کو اپنا مسلک بنایا۔

گاندھی جی دسمبر 1916ء میں منعقد لکھنؤ اجلاس کے وقت کانگریس کے قریب ہوئے۔ ملک ان کا عقیدت مند ہو گیا۔

ہمارے ملک کی آزادی کے حصول کے سلسلہ میں عدم تشدد اور عدم تعاون کے اوپر کی گئی ان کی تقریر گھر گھر کانٹھ بن گیا۔ اپنے والد کے حکم کی خلاف ورزی کرتے ہوئے جواہر لال نہرو نے اپنی وکالت ترک کر دی اور گاندھی جی کے ساتھ ہو گئے۔ پرامن احتجاج کی صورت میں ستیہ گرہ کا تصور انتہائی تیزی کے ساتھ پورے ملک میں پھیل گیا۔ بشمول الہ آباد متحدہ صوبوں کے کاشتکار زمین مالکوں کے ذریعے ستائے جا رہے تھے۔ جواہر لال ان کاشتکاروں کی آواز بن گئے۔ انھوں نے بڑے بڑے جلسوں سے خطاب کرنا شروع کیا۔ بڑی تعداد میں کاشتکار اس تحریک میں شامل ہو گئے۔



(اوپر) محض اندرا اپنے والدین
کے ساتھ۔

(اوپر دائیں) اپنی ماں کی گود میں
(دائیں) مہر و خانہ ان لہ آباد میں۔
(کھڑے ہوئے پائیں سے دائیں)
جواہر لال، بوجے لکشمی پھڑت، کرشنا،
اندرا اور رنجیت پنڈت
(بیٹھے ہوئے پائیں سے دائیں)
سورپ رائی، سوتی لال مہر و اور کلا





(اوپر منے) احمد آباد کے سارے سنی آئرم میں باپ
کے ساتھ۔
(پائیں) 1931 میں سیون کے دورہ کے موقع پر
اپنے والدین کے ساتھ۔